جماعت کلمہ توحید سے چمٹ جائے

ننکانہ اور ۵۶۳ گ ب جڑانوالہ میں ہونیوالے مظالم کا ذکر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴/ اپریل ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝
وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاھِدٍ وَّمَشْھُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ
الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ ھُمْ عَلَیْھَا قُعُوْدٌ ۝ وَّھُمْ
عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُھُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْھُمْ
اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ
فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَھُمْ
عَذَابُ جَھَنَّمَ وَلَھُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ۬ۃ
ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْکَبِیْرُ ۝ اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ ۝ اِنَّہٗ ھُوَ
یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ۝ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۝
فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ (البروج: ۱ تا ۱۷)

چند دن پہلے صبح نماز فجر کے بعد تلاوت کے دوران جب میں ایک آیت کے اس ٹکڑے پر پہنچا قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (البقرہ:۱۵۷) تو بڑی شدت کے ساتھ جیسے ایک خیال میخ کی طرح دل میں گڑھ جائے۔ یہ القاء ہوا کہ کوئی ایسی خبر پہنچنے والی ہے جس کے نتیجے میں مجھے خدا نے تلقین فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے غلاموں کا اسوۂ اختیار کرتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھوں اور اس کے مضمون کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ اسی رات عبدالباقی ارشد صاحب کے ذریعے شیخوپورہ سے وہ اطلاع ملی جس میں بتایا گیا کہ ایک واقعہ ایسا ہوا جس کے نتیجے میں چک ۵۶۳ گ ب تحصیل جڑانوالہ میں دشمنان احمدیت نے احمدی گھروں پر حملہ کیا، اُن کو لوٹا، اُن کو آگیں لگائیں اور اس کے بعد ان کا ارادہ ننکانہ صاحب میں بھی اسی قسم کی کارروائیاں کرنے کا ہے۔ دو دن کے بعد پھر وہ ننکانہ صاحب کی اطلاع مکرم چوہدری انور حسین صاحب نے دی جس کی تفصیل آپ کو معلوم ہو چکی ہے۔ سوائے تین گھروں کے جن کا شریروں کو علم نہیں ہو سکا باقی تمام گھروں کو یا آگ لگا دی گئی یا ان کے سامان نکال کر لوٹ لئے گئے اور آگ لگا دی گئی اور یا منہدم کر دئے گئے۔ مسجد کو بھی منہدم کر دیا گیا اور آگ لگائی گئی اور مسجد کے ساتھ جو مسجد کے خادم کا کوارٹر تھا اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ آگ لگانے کے وقت انہوں نے یہ احتیاط کی کہ دوسرا لٹریچر اور دوسرا سامان ایک طرف ڈھیری کر کے اس کو آگ لگاتے تھے اور قرآن کریم کو الگ ڈھیری کر کے اس کو آگ لگاتے تھے۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے یعنی ایک فوری جو ظاہری پس منظر ہے وہ یہ ہے کہ چک ۵۶۳ گ ب میں معلم نے مسجد کی صفائی کی غالباً رمضان کے خیال سے اور جو پرانے کاغذات ایسے تھے جن کی ضرورت نہیں تھی ان کو تلف کرنے کی خاطر ایک جگہ ڈھیری کر کے ان کو آگ لگائی۔ وہاں ایک ایسا شخص جس کے والد احمدی ہو چکے ہیں اور وہ اپنے والد کے احمدی ہونے کے نتیجے میں بڑا مشتعل تھا وہ پہنچا اس نے ان سے پوچھا انہوں نے بتایا کہ یہ واقعہ ہے۔ اس نے اسی وقت واویلا مچا دیا اور سارے گاؤں کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ احمدی قرآن کریم کو آگ لگا رہے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق اس گاؤں سے نہیں بلکہ ننکانہ صاحب ہی سے چند پیشہ ور اس مزاج کے اس کماش کے لوگوں کو اکٹھا کر کے اور بعض دوسرے دیہات سے باقاعدہ گاؤں پر حملہ کیا گیا اور ایک چھوٹی سی قیامت صغریٰ وہاں ٹوٹ پڑی۔

پھر جو واقعہ اس کے بعد ننکانہ صاحب میں ہوا ہے اس میں اب جو تازہ تفصیل آئی ہے اس کے مطابق یہ بات قابل توجہ ہے جو غالباً پہلے آپ کے علم میں نہیں کہ ڈی ایس پی اسلم لودھی صاحب پولیس کی سرکردگی میں خود عوام کو ساتھ لے کر آ گیس لگوار ہے تھے اور ایک طرف اے سی صاحب بھی اسی شغل میں مصروف تھے اور بعض دفعہ وہ خود سامان نکال کے پولیس والے ان کو پکڑاتے تھے کہ یہ چیز رہ گئی ہے اس کو بھی ڈھیری میں ڈالو اور آگ لگاؤ۔ جہاں تک عوام الناس کا تعلق ہے میں نے پہلے بھی بارہا توجہ دلائی ہے کہ ایسی باتوں کو سن کر عموماً اپنی قوم کے خلاف اپنے جذبات کو بے لگام نہیں ہونے دینا چاہئے۔ امت محمدیہ میں بدقسمتی سے بہت سی کمزوریاں آ گئی ہیں لیکن حضرت محمد مصطفی ﷺ کا نام ایسا بابرکت ہے وہ کلام جو آپ پر نازل ہوا وہ ایسا بابرکت ہے کہ گئے گزرے مسلمان بھی جو بے عمل ہو چکے ہوں ان کے اندر بھی شرافت کی بہت سی ایسی قدریں باقی ہیں جو دیگر قوموں میں بہت شاذ دکھائی دیتی ہیں۔ اشتعال کی حالت میں دیگر قوموں میں عورتوں کی عزتوں پر ہاتھ ڈالے جاتے ہیں اور بہت سی بے حیائیوں کی باتیں کی جاتی ہیں اور انسان گر کر بہیمانہ سطح پر اتر کر ان کو بھی شرمندہ کر دیتا ہے یعنی جو جنگل کے جانور ہیں ان سے بھی آگے گزر جاتا ہے لیکن امت محمدیہ ﷺ پر قرآن کی تعلیم کا اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیم کا یہ فیض ہے کہ سخت اشتعال کی حالت میں بھی انسانی شرافت کی بنیادی قدریں اکثر لوگوں میں زندہ رہتی ہیں اور بعض لوگ جو ملائیت سے مغلوب ہو چکے ہیں ان کے متعلق تو خود حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ **شر من تحت اديم السماء** (مشکوۃ کتاب العلم الفضل صفحہ ۳۸) اس لئے ان پر یہ استثناء صادق نہیں آتا لیکن وہاں کی رپورٹوں سے یہ پتا چلا ہے کہ ہمسایوں نے اور دیگر محلّہ داروں نے اس موقع پر انسانی شرافت کا سلوک کیا۔ ان کو سہارا دیا وقتی طور پر ان کی روزہ کشائی کے لئے سامان مہیا کئے۔ جہاں تک ننکانہ صاحب کی جماعت کا تعلق ہے یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے عظیم کردار سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا سر بلند رکھا ہے۔ کوئی بھاگ کر کہیں نہیں گیا۔ اپنے جلے ہوئے مکانوں میں، اپنے بچوں کو لے کر وہیں بیٹھ رہے اور کلیۃً دشمن کی اس کوشش کو رد کر دیا ہے کہ جماعت احمدیہ کی بزدلی دیکھیں اور ان کو اپنے منہدم مکانوں اور جلے ہوئے مسکنوں سے اجاڑ کر باہر نکال دیں۔ انہی جگہوں پہ اُسی جگہ وہ بیٹھ رہے اور جیسا کہ میں نے جماعت کو ان حالات میں تلقین

کی ہوئی ہے صبر کا کامل نمونہ دکھایا۔ یہاں تک کہ دوسرے دن جب باہر کی جماعتوں سے لوگ وہاں پہنچے ہیں تو اگر چہ فوری طور پر ان کی مدد کا انتظام جماعت کی طرف سے کیا گیا لیکن یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ مقامی دوستوں نے انسانی قدروں کو مرنے نہیں دیا اور بعض جگہ تو بہت ہی غیر معمولی شفقت اور رحمت کا سلوک کیا ہے۔ یہ میں اس لئے آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ واقعات ایسے ہیں جو جذبات میں ایک قیامت مچا دیتے ہیں اور جتنی محبت احمدی کو احمدی سے ہے اس کی کوئی مثال دنیا میں نظر نہیں آتی۔ دنیا کے کونے کونے میں زمین کے کناروں تک جب یہ خبر پہنچی ہے یا پہنچے گی تو اس طرح جماعت کرب میں مبتلا ہو جائے گی جس طرح ان کے عزیز ترین پیاروں، رشتہ داروں کو کسی نے ظلم کا نشانہ بنایا ہے۔ فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، قوموں کے فرق کوئی حیثیت نہیں رکھتے، جغرافیائی تقسیمیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ ایک جماعت ہے محمد مصطفی ﷺ کے غلاموں کے صدقے ساری دنیا کی جماعت بھائیوں کی طرح ایک ہو چکی ہے۔

اس ضمن میں جہاں تک جماعت کے ردعمل کا تعلق ہے پہلے ایک ردعمل میں بیان کرتا ہوں اور باقی باتیں بعد میں جس کا مزید پس منظر بیان ہونے والا ہے اس کے بعد پھر بات کروں گا۔ ایک ردعمل تو وہی ہے جس کی تمہید میں باندھ چکا ہوں۔ جو الٰہی جماعتوں میں للّٰہی محبت پائی جاتی ہے اس کے نتیجے میں اگر ایک جز کو تکلیف پہنچے تو دوسرا حصہ اس تکلیف سے بھاگتا نہیں بلکہ اس کی طرف لپکتا ہے اس عضو کی طرف جس کو تکلیف پہنچی ہے۔ ہر زندہ نظام میں یہ قدر مشترک ہے۔ زندگی کی جتنی بھی شکلیں دنیا میں موجود ہیں ان میں یہ بات آپ ہمیشہ مشترک پائیں گے کہ اگر جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچتی ہے تو باقی جسم کا حصہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف پیٹھ نہیں کرتا بلکہ اس کی طرف بے اختیار لپکتا ہے اور بعض دفعہ یہ ردعمل اتنا شدید ہوتا ہے کہ وہ محبت ہی مصیبت بن جاتی ہے اور خون کا دوران اس تیزی سے اس ماؤف حصے کی طرف جاتا ہے کہ اس کا زیادہ جانا تکلیف کا موجب بن جاتا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ پھر ڈاکٹروں کو ایسے چوٹ والی جگہ پہ اور ماؤف جگہ پر برف کی پٹیاں کرنی پڑتی ہیں ٹھنڈا کرنے کے لئے کہ دیکھو اتنا تم زیادہ جوش نہ دکھاؤ تمہارا یہ جوش تمہارے اس ماؤف حصے کی تکلیف میں اضافے کا موجب ہے۔ پس اس حیثیت سے میرا بھی یہی کام ہے کہ زندہ روحانی جماعت کے سربراہ کی حیثیت سے میں ان کے مزاج کو خوب سمجھتا ہوں۔ کبھی مجھے اس بات کی

ضرورت پیش نہیں آئی نہ کبھی آئے گی کہ میں جماعت کو کسی واقعہ کے بیان کے بعد مشتعل کرنے کی کوشش کروں، ان میں ہیجان پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ میرا کام ہمیشہ وہی ہوتا ہے جو ڈاکٹر جسم کے ماؤف حصے کے لئے کرتا ہے کہ ایسے جسم کے ماؤف حصے کے لئے جس میں زندگی کی ساری قوتیں پائی جاتی ہیں۔ وہ بجائے اس کے کہ اس کو گرم کرے اس کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ اسے سمجھاتا ہے، اس کو توازن دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارا یہ ردعمل مزید تکلیف کا موجب نہ بن جائے۔ پس اس پہلو سے جب ایک احمدی کا گھر جلا تو ساری جماعت اپنے گھر جلوانے کے لئے تیار بیٹھی ہے کوئی پیٹھ دکھا کر نہیں جا رہا۔ مجھے ان کو سمجھانا پڑ رہا ہے کہ اپنے ردعمل کو توازن بخشو اور اپنے جوش نکالنے کی خاطر دوسروں کو تکلیف میں مبتلا نہ کرو۔ اس پہلو سے جو بھی آخری فیصلہ ہوگا وہ تو خوب غور اور فکر کے بعد اور مشوروں کے بعد ہوگا کہ جماعت کو آئندہ کیا ردعمل دکھانا ہے؟ لیکن یہ تو بہرحال قطعی بات ہے کہ ہمارا ردعمل قرآنی تعلیم کے تابع ہوگا اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے اسوۂ کی روشنی میں ڈھالا جائے گا۔

اب میں اس کا کچھ اور پس منظر اس واقعہ کا آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ کوئی اتفاقی اچانک ہونے والا واقعہ نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک سو سال تک بے انتہاء فضلوں سے نوازا ہے۔ اتنے کرم فرمائے ہیں ایسی رحمتوں کی بارشیں برسائی ہیں کہ ہم ان قطروں کو گننے کا کیا سوال ان کے شکر کے عمومی تصور سے بھی قاصر ہیں یعنی جس رنگ میں شکر ادا ہونا چاہئے اس کا حقیقت میں حق ادا کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس کے تصور سے بھی ہم قاصر ہیں کہ کس حد تک خدا نے ہم پر فضل نازل فرمائے ہیں اور ہم کس طرح شکر ادا کریں۔ جیسا کہ میں نے اپنے پہلے خطبے میں بیان کیا تھا میں جب اس کی تفصیلات پر غور کرتا ہوں تو محض ایک بڑے بیان کے طور پر نہیں کہ اونچی آواز میں اونچا دعویٰ کر دیا جائے بلکہ جب میں تفاصیل پر غور کرتا ہوں تو کلیۃً خدا تعالیٰ کے فضلوں کے تصور سے مغلوب ہو جاتا ہوں۔ نہ بیان کی طاقت رہتی ہے نہ تفصیل سے ان کو سوچنے کی استطاعت رہتی ہے۔ اس لئے جہاں تک خدا کے فضلوں کا تعلق ہے جماعت احمدیہ بھی پوری طرح ان سے شناسا نہیں ہے۔ انفرادی طور پر احمدیوں کی زندگی میں کس طرح بار بار اللہ نے فضل فرمائے ہیں اور روزمرہ کی عام زندگیوں میں کیسی غلطیوں سے ان کو بچایا، کیسی غلطیوں کی پاداش سے محفوظ رکھا اور کیسی کیسی مصیبت کے وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے کام آئی۔ یہ تو ہر احمدی گھر

میں گزرنے والی روزمرہ کی داستانیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں تو یہ داستانیں اس کثرت سے تھیں کہ چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے سچی رؤیا ظاہر ہوتی تھی، سچی رؤیا ان کو دکھائی جاتی تھی اور جیسا کہ محاورہ ہے بچے نبوت کرتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے خبریں پا کر آگے بیان کیا کرتے تھے۔ تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ دشمن کو بھی اس تفصیل کا تو علم نہیں لیکن کامیابی کے سو سال گزرنے کی اتنی تکلیف ہے، اتنی تکلیف ہے کہ نہ خدا کے فضلوں کا تصور کر سکتے ہیں نہ دشمن کی تکلیف کا تصور کر سکتے ہیں اور یہ کوئی نیا واقعہ نہیں، ہمیشہ سے ایسا ہی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے میں بھی کلام الٰہی میں یہ بتایا گیا کہ تم کیا باتیں کر رہے ہو اپنی تکلیفوں کا تمہیں احساس ہے یہ نہیں سوچتے کہ دشمن کس تکلیف میں مبتلا ہے۔ اس کو تو آگ لگی ہوئی ہے اور تمہاری کامیابیوں کی وجہ سے آگ لگی ہوئی ہے۔ تمہیں دکھ دے دے کر بھی اس کی وہ آگ نہیں بجھتی اور ایک جہنم ہے جو ہر هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق:۳۱) اس کا مطالبہ کرتی چلی جا رہی ہے۔

پس وہ آگ جو ۱۹۸۳ء پر اُگلی گئی یا ننکانہ کے معصوم احمدیوں کے گھروں پر برسائی گئی۔ یہ تو پتا کریں کہ وہ آگ آئی کہاں سے تھی ان کے دلوں سے نکلی ہے، ان کے دلوں سے نکل کر ان گھروں پر لپکی ہے۔ اس نے ہماری جائیدادوں کے ظاہر کو تو جلایا لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک بھی احمدی نہیں ہے جس کے دل پر وہ آگ لپک سکی ہو۔ دلوں سے کھولتی ہوئی اُگلی ہے جیسے لاوہ اُگل پڑتا ہے اور ہمارے گھروں کے، ہماری جائیدادوں کے، ہمارے بعض جسموں کے ظاہر کو تو اس نے جلایا لیکن دلوں پر حملہ کرنے کی اس کو توفیق نہیں دی گئی۔ دل اس آگ سے مامون اور محفوظ ہیں کیونکہ جن دلوں میں خدا کی محبت ہے اور خدا کا پیار ہے اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی ہے ان کو کوئی دنیا کی آگ جلا نہیں سکتی لیکن ان کو میں یہ مطلع ضرور کرتا ہوں کہ ایک اور آگ ہے جس کا خدا تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور وہ دلوں پر لپکتی ہے۔ وہ انسان کی بنائی ہوئی آگ نہیں ہے جیسا کہ تم نے بنائی تھی۔ وہ خدا کی آگ ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ (الھمزۃ:۷،۸) خبردار ہم تمہیں ایک ایسی آگ سے ڈراتے ہیں جو خدا نے تیار کی ہے اور وہ جسموں پر نہیں وہ دلوں پر لپکتی ہے اور دلوں کو خاکستر کر دیا کرتی ہے۔ پہلے بھی تم اسی آگ میں جل رہے ہو اب اور بھی زیادہ اپنے لئے اس آگ کو بھڑکانے کے مزید سامان کر رہے ہو۔ اس لئے وہ لوگ جو نادانی

اور جہالت میں یہ کام کر رہے ہیں ان کی حالت بذات خود قابل رحم ہے۔ ایک آگ نے تم کو جلا رکھا ہے وہی آگ تھی جو باہر نکلی ہے لیکن ان کی خاطر ہم دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانا تو چھوڑ نہیں سکتے۔ ان کی خاطر ہم شاہراہ ترقی اسلام کی راہ پر قدم آگے بڑھانا تو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس لئے یہ واقعات ہوں گے اور بھی ہوں گے اور بڑے بڑے بد ارادے ہیں جو ہمارے علم میں ہیں لیکن جماعت احمدیہ عالمگیر ان اپنے مظلوم بھائیوں کے لئے دل میں درد تو محسوس کرے گی، ان کے لئے دعائیں بھی کرے گی، ہر قربانی کے لئے بھی تیار رہے گی ان کے دل ان کی طرف لپکیں گے ان سے بھاگیں گے نہیں تا کہ ان کی تکلیفوں میں حصہ پا کر اپنے لئے تسکین کا سامان پیدا کریں۔ وہ زندہ صحت مند جسم کی طرح جو ماؤف حصے کی طرف لپکتا ہے اس طرح ہمارے دل، ہمارے جسم ان مظلوموں کی طرف لپکتے رہیں گے اور جب بھی توفیق ملے گی ہم ان کی تکلیفوں میں حصے لے کر اپنے لئے تسکین قلب کا سامان پیدا کریں گے لیکن جلن کا نہیں۔ احمدی دلوں کو خدا کی آگ سے بچایا گیا، محفوظ رکھا گیا ہے اور مامون قرار دیا گیا ہے اور کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو احمدی دلوں کو جلا سکے۔

اس کا دوسرا ایک پس منظر ہے وہ بھی میں جماعت کے سامنے کھول کر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ پس منظر سیاسی پس منظر ہے۔ جماعت احمدیہ پاکستان میں اس وقت بلیک میلنگ کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔ آہستہ آہستہ اس ملک میں اخلاقی قدروں کی بھی قیمت اُٹھتی چلی جارہی ہے۔ ہر نیکی کا تصور وہاں معدوم ہوتا چلا جارہا ہے، ظلم اور سفاکی بڑھ رہے ہیں۔ اس حد تک بداخلاقی کی حالت ہے کہ چند دن ہوئے اخبار میں یہ دردناک خبر شائع ہوئی کہ شب برأت کے موقع پر فیصل آباد جو اس وقت جماعت کی مخالفت میں پیش پیش شہروں میں سے ہے۔ فیصل آباد میں لوگوں نے بھنگڑے ڈال کے اور ناچ کر کے اور نہایت ہی خلاف اسلام حرکتیں کر کے یہاں تک کہ شرابیں پی کے شب برأت منائی۔ یہ اس ملک کا حال ہو چکا ہے بدقسمتی سے۔ کراچی شہر جلتا ہے، بار بار جلتا چلا جاتا ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے گلے بھی کاٹتا ہے بلکہ زندہ آگ میں جلا دیتا ہے۔ حیدرآباد میں جو واقعات بار بار رونما ہو رہے ہیں اور پاکستان کے شہروں اور گلیوں سے جس طرح امن اُٹھ رہے ہیں بچے اغواء ہو رہے ہیں ہر قسم کے مظالم کو وہاں کھلی چھٹی ہے لیکن کوئی چیز اتنی ارزاں نہیں جتنی احمدی کی دولت، احمدی کا مال، احمدی کی جان اور احمدی جسم ارزاں ہیں۔ جب احمدی کا

سوال آئے پھر تو جس طرح نیلامی بولی جاتی ہے اس طرح سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے سے بڑھ کر نیلامی بولتے ہیں کہ ہم اس سے زیادہ ظلم کرنے کے لئے تیار ہیں تم کیا باتیں کر رہے ہو۔ اسمبلیوں میں مقابلے ہوتے ہیں اور ہوئے ہیں کہ تم چیز کیا ہو؟ تم کہاں تک ظلم کر سکتے ہو جو ہم نے کئے اور جو ہم کریں گے تمہارے تو خواب وخیال میں بھی نہیں آ سکتے۔ جس ملک کی اخلاقی قدریں یہ ہوں جس کی سیادت کا یہ حال ہو کہ دیوالیہ پٹ چکا ہو وہاں یہ توقع رکھنی سیاست سے اور سیاسی راہنماؤں سے کہ وہ اخلاقی قدروں کی بناء پر جماعت احمدیہ کی حفاظت میں کوئی قدم اٹھائیں گے بالکل ایک جھوٹا اور لغو خیال ہے اسی لئے میں نے آغاز ہی میں جب یہ سیاسی تبدیلی پیدا ہوئی اپنے پہلے خطبے میں جماعت کو متنبہ کیا تھا۔ ایک پہلو سے خوشی کا وقت ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک لمبے عرصے کے بعد ایک استبدادی آمریت کا خاتمہ ہوا ہے اور جس رنگ میں ہوا اس میں چونکہ ہماری دعاؤں کا بھی دخل تھا، اس میں ہماری گریہ وزاری کا بھی دخل تھا اس لئے اس پہلو سے ہمارے لئے خوش ہونا ایک طبعی اور فکری عمل ہے لیکن سیاسی افق پر جو نئے نقوش اُبھر رہے ہیں ان کو دیکھ کر تم اپنی تقدیر کے فیصلے نہ کرنا، یہ نہ سمجھ لینا کہ صبح صادق آ گئی ہے۔ چنانچہ بڑی تفصیل سے میں نے جماعت کو سمجھایا کہ بہت سے اندھیرے ابھی باقی ہیں اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ چنانچہ ان حالات پر نہ صرف یہ کہ باقاعدہ میں نے باریکی سے نظر رکھی بلکہ رابطہ رکھا اور بار بار موجودہ قومی سیادت کو سمجھانے کی کوشش کی کہ بعض وہ بیوقوفیاں دوبارہ نہ کرنا جو پہلے سرزد ہو چکی ہیں کیونکہ ان کے نتائج نہ صرف یہ کہ وہی نکلیں گے بلکہ اس دفعہ زیادہ بھیانک نکلیں گے لیکن دراصل سیاست خود غرض ہوتی ہے۔ خواہ کتنا ہی ذہین اور فہیم سیاستدان ہو سیاست کی اس بنیاد سے نہیں ہٹ سکتا اسی پر قائم رہتا ہے، اسی پر اس کی سیاست کی عمارت تعمیر ہوتی ہے کہ سیاست خود غرض ہے۔ پس جس کی بنیاد میں خود غرضی ہو اس کی عمارت خواہ کتنی بلند ہو، کتنی تعلیم یافتہ دکھائی دے، کتنی ذہانت کے قمقمے روشنیاں وہاں جل رہی ہوں یہ بنیاد بہر حال اپنا رنگ آخر تک بلندی کی انتہاء تک پہنچا دیتی ہے اور اس کی خود غرضی اس کی ہر اینٹ میں، اس کے سیمنٹ کے ہر حصے میں اپنے جلوے دکھا رہی ہوتی ہے۔ پس سیاست خود غرض ہے اس کو یاد رکھیں۔ صرف پاکستان کی سیاست کا سوال نہیں، ہندوستان کی سیاست بھی خود غرض ہے، انگلستان کی سیاست بھی خود غرض ہے، امریکہ کی سیاست بھی خود غرض ہے، روس کی سیاست بھی خود

غرض ہے۔ پس ایک سیاست سے دوسری سیاست کی طرف جماعت نہیں جاسکتی۔ ایک سیاستدان کو چھوڑ کر دوسرے سیاستدان کی طرف رُخ اس اُمید میں نہیں کر سکتی کہ وہاں اس کو امن ملے گا اور وہاں اسے فیض نصیب ہوگا اور یاد رکھیں کہ خود غرضی اندھی ہوتی ہے اس لئے جب بظاہر بڑے بڑے تعلیم یافتہ سیاستدان انتہائی حماقت کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں جو ایک عام سادہ مومن کو بھی نظر آ رہی ہوتی ہیں کہ یہ حماقت کی باتیں ہیں تو دراصل وہ ساری حماقتیں خود غرضی پر مبنی ہوتی ہیں۔ یہ ایک ایسا تجزیہ ہے جس میں آپ کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔ سیاستدان کی ہر غلطی خود غرضی پر مبنی ہوتی ہے اور چونکہ خود غرضی اندھی ہے اس لئے اندھے کو تو دکھائی نہیں دیتا اس کو تو اپنا ہاتھ بھی نہیں دکھائی دے سکتا۔

یہ وہ پس منظر ہے سیاسی جس کے جلو میں یہ سب واقعہ ہوا ہے۔ پنجاب کی حکومت نے پہلے ملاں کو اٹھانا شروع کیا اور بڑے زور کے ساتھ یہ اعلان کئے کہ ہماری سیاست ملاں کی سیاست ہے اور ملاں ہمارے ساتھ ہے اور ملاں نے بھی خوب ان کی تائید کی اور اسلام کو جیسا کہ ہمیشہ وہ ظلم کا نشانہ بناتے رہے ہیں اب بھی ظلم کا نشانہ بنایا اور یہ آواز اسلام کے نام پر اٹھائی کہ عورت سربراہ نہیں ہوسکتی۔ اس کے نتیجے میں مرکزی سیاست نے جو خود غرضانہ قدم اٹھایا وہ یہ تھا کہ انہوں نے دوسرے صوبے کا مولوی خرید لیا اور ایسا مولوی خریدا جس کے اثرات اور کانٹے پنجاب میں بھی موجود ہیں اور کافی گہرے ہیں۔ یعنی ملتان میں بھی ان کا ہیڈ کواٹر ہے اور ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی ہے اور ان کے ساتھ سودا بازی ہوئی جن کا انہوں نے کھلم کھلا اعتراف کیا اور ان سودا بازیوں کے نتیجے میں یہ طے پا گیا کہ عورت کی سربراہی کا جو اسلامی تصور تم رکھتے ہو اس سے دستبردار ہو جاؤ گے۔ یعنی تم رکھتے تو ہو تمہیں کامل یقین ہے کہ قرآن کریم کی یہی تعلیم ہے اور رسول کریم ﷺ نے اسی پر زور دیا کہ عورت سربراہ نہیں ہوسکتی اور تم یہ کہتے ہو کہ ایسا ملک ہلاک ہو جایا کرتا ہے جس کی سربراہ عورت ہوتی ہے لیکن آؤ ہم سودا کرتے ہیں تم اس چیز سے باز آ جاؤ اور مقابل پر جتنا احمدی خون چاہئے، جتنی احمدی عزتیں چاہئیں، جتنے احمدی سر چاہئیں وہ سب تمہارے حضور حاضر ہے۔ یعنی کسی کی عزت کا سودا ہو رہا ہے ان کو کیا فرق پڑتا ہے اور اس طرح پنجاب کے سامنے انہوں نے ایک بڑا بھاری جوابی مسئلہ کھڑا کر دیا۔ انہوں نے کہا اچھا اگر تم نے احمدیوں کی نیلامی بولنی ہے تو ہم سے نیلامی کر کے دیکھ لو۔ تم ایک قدم جاؤ گے ان کو مارنے کے لئے ہم دس قدم آگے بڑھیں گے۔ نہ تم میں کوئی غیرت ہے نہ ہمیں کوئی

غیرت ہے۔ نہ تمہیں کوئی انسانی عزت اور انسانی اخلاق اور قدروں کا کوئی پاس ہے نہ ہمیں کوئی انسانی عزتوں اور اخلاق اور قدروں کا پاس ہے۔ اس لئے اس مقابلے میں تو ہم تم سے شکست نہیں کھا سکتے۔ چنانچہ یہ وہ سودا ہوا جس کے ہوتے ہی وہ آگ جو دلوں میں بند تھی وہ بھڑک کر باہر نکلی ہے اور مزید منصوبے بنائے جارہے ہیں کہ احمدیوں کے لئے مسائل کھڑے کر کے مرکز پنجاب کو نیچا دکھائے اور پنجاب مرکز کو نیچا دکھانے کی کوشش کرے کہ ہم زیادہ سفاک اور ظالم ہیں اور احمدیوں کو جہاں تک دکھ پہنچانے کا تعلق ہے ہم تم سے آگے بڑھ جائیں گے۔ یعنی یہ ارادے لے کر پنجاب کارروائیاں کرے اور یہی ارادے باندھ کر مرکز جوابی کارروائی یہ کرے کہ اچھا احمدیوں کو اور بھی ہم مارتے ہیں۔ یہ تو ہے انسان کی بنائی ہوئی تقدیر۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ جماعت احمدیہ خدا کے نام پر کوئی سودا نہیں کر سکتی، ناممکن ہے اور خدا تعالیٰ نے جو اپنی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دی ہے اور اپنے محبوب ترین رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دی ہے وہ ایسی گہری ہماری ذات کے ساتھ، ہمارے وجود کے ساتھ پیوستہ ہو چکی ہے کہ ہمارے وجود کا ایک انمٹ حصہ بن گئی ہے۔ اسے الگ کرنا ہمارے قبضۂ قدرت میں نہیں، ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اس برتھ مارک کی طرح جس کے متعلق میں نے ایک دفعہ پہلے بھی آپ کو سنایا تھا قصہ کہ ایک برتھ مارک کسی خوبصورت چہرے پر تھا اور وہ خاتون جس کے چہرے پر وہ برتھ مارک تھا اس کا عاشق ایک سائنسدان تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ چہرہ کامل ہو جائے اور ہر داغ اور ہر عیب سے پاک دکھائی دے۔ چنانچہ اس نے ساری عمر اس پر تحقیق کی اور تحقیق کرنے کے بعد برتھ مارک دور کرنے کے لئے ایک دوا ایجاد کی اور وہ دوا اس نے اس عورت کو دینی شروع کی۔ جوں جوں قطرہ قطرہ اس کے جسم میں وہ دوا سرایت کرتی جاتی تھی وہ برتھ مارک ہلکا ہوتا چلا جاتا تھا اور ہلکا اور مدہم پڑتا چلا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ برتھ مارک غائب ہو گیا تو اس عورت کی روح بھی قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ خلاصہ ہے اس کہانی کا جو یہ بتانے کے لئے لکھی گئی کہ بعض عادتیں انسانی فطرت کا حصہ بن چکی ہوتی ہیں ان کو تم مٹا نہیں سکتے۔ ان کو مٹانا زندگی کو مٹانے کے مترادف ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے عورت کی نزاکت اور اس کے نخرے کا ذکر کرتے ہوئے نہایت ہی پیارے رنگ میں فرمایا کہ عورت پسلی سے بنائی گئی ہے اور پسلی کو تم سیدھا نہیں کر سکتے توڑ

سکتے ہو۔ پس بعض عورت کے نخرے تمہیں برداشت کرنے پڑیں گے بلکہ ان کے ساتھ اس طرح رہنا پڑے گا کہ اس کا لطف اٹھاؤ۔ ان کی کجی میں بھی ایک حسن ہے اور مثال کتنی خوبصورت ہے پسلی۔ پسلی کی کجی بدزیب دکھائی نہیں دیتی بلکہ اس کا حسن ہی اس خم میں ہے جس کو خدا تعالیٰ نے خاص تقدیر کے ساتھ بنایا ہے۔ **تو ہمارا تو برتھ مارک ہے آنحضرت ﷺ اور خدا کی محبت اسے کس طرح مٹاؤ گے؟ ہمارے گھروں کو جلادو، ہمارے جسموں کو جلا دو، ہمارے اموال لوٹ لو، ہماری عورتوں، بچوں، مردوں کو فنا کردو مگر خدا کی قسم محمد مصطفیٰ ؐ کے خدا کی قسم اور کائنات کے خدا کی قسم کہ احمدیت کے دل میں جو محمد مصطفیٰ ؐ اور اللہ کی محبت کا برتھ مارک ہے اس کو نہیں مٹا سکتے تم۔ تمہیں طاقت کیا، استطاعت کیا ہے کہ ان دلوں تک پہنچ سکو۔ تمہاری آگیں جسموں تک جا کر ختم ہو جائیں گی۔ ہاں دلوں تک پہنچنے والی ایک آگ ہے جو خدا جلاتا ہے اور وہ جب فیصلہ کرے گا تمہارے دل پر وہ برسائی جائے گی تو کوئی دنیا کی طاقت تمہیں اس آگ کے اثر سے بچا نہیں سکتی۔**

اس سلسلے میں میں نے قرآن کریم کی ایک آیت چنی ہے جو نمونۃً آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ مومن کا ایسے حالات میں کیا ردعمل ہوتا ہے اس کے اوپر قرآن کریم نے مختلف مواقع پر مختلف رنگ میں روشنی ڈالی ہے۔ فرماتا ہے فرعون نے ان لوگوں کو دھمکی دی جو موسیٰ پر ایمان لے آئے تھے اور کہا فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمۡ فِىۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ وَلَتَعۡلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبۡقٰى (طٰہٰ:۷۲) کہ میں تمہارے ہاتھ کاٹ دوں گا اور تمہارے پاؤں کاٹ دوں گا مخالف سمتوں سے۔ یعنی ایک طرف سے تمہارے بازو کاٹوں گا تو دوسری طرف سے تمہارے پاؤں کاٹ دوں گا، تمہاری ٹانگیں کاٹ دوں گا اور اس حالت میں کلیۃً بے بس کر کے تمہیں پھینک دوں گا۔ تم ہوتے کون ہو میری اجازت کے بغیر موسیٰ اور اس کے خدا پر ایمان لانے والے۔ یہ فرعونیت کی آواز جو ہے یہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اسی طرح رہی اور ہمیشہ یہ اسی طرح رہے گی۔ خدا اس کے بھیجے ہوؤں پر ایمان لانے کے لئے قوموں کی اجازت کا پابند کیا جاتا ہے۔ ان قوموں کی اجازت جو حاکم ہوں اور ان بادشاہوں کی اجازت کا پابند کیا جاتا ہے جو حاکم وقت ہوں۔ ان کی مرضی کے بغیر تم کون ہوتے ہو خدا پر ایمان لانے والے اور خدا کے بھیجے ہوؤں پر ایمان لانے والے۔ یہ سوال تھا جو اس وقت بھی اٹھا تھا، آج بھی اٹھا ہے،

آئندہ بھی اٹھتا رہے گا۔ پس خدا کی جماعتیں ہمیشہ اس سوال سے اسی طرح نبرد آزما ہوتی رہیں گی جس طرح حضرت موسیٰ کے وقت میں نبرد آزما ہوئی تھیں۔ اس کے جواب میں ان کا جو ردعمل قرآن کریم نے محفوظ فرمایا وہ یہ ہے قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِىْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ (طٰہٰ:۷۳) کہ اے جابر بادشاہ ہم ہرگز تجھے ان بینات کے مقابل پر ترجیح نہیں دیں گے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے بھیجی ہیں۔ ان روشنیوں کے مقابل پر جو خدا نے نازل فرمائی ہیں ہم ہرگز تمہیں ترجیح نہیں دے سکتے۔ وَالَّذِىْ فَطَرَنَا اور اپنے رب کے مقابل پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہم کیسے تمہیں ترجیح دے سکتے ہیں۔ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ہمارا جواب یہ ہے پھر جو کچھ تو کرسکتا ہے کرگزر۔ اگر یہ سودا ہے کہ ہم اپنے ایمان کو چھوڑ دیں تمہاری تکلیفوں سے بچنے کے لئے تو پھر ہمارا جواب یہ ہے کہ پھر جو تکلیفیں تمہارے تصور میں آتی ہیں دیتے چلے جاؤ اور دیتے چلے جاؤ لیکن خدا کی قسم ہم اپنے خدا اور اس نور کو نہیں چھوڑیں گے جو خدا نے ہمارے لئے نازل فرمایا ہے۔ اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بیوقوف تو تو صرف اس دنیا کی قضاء وقدر پر کچھ قدرت رکھتا ہے سارے کی ساری تو نہیں لیکن کچھ نہ کچھ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى (طٰہٰ:۷۴) ہم تو اپنے رب پر ایمان لائے ہیں اس نیت اور اس خواہش کے ساتھ، ان امیدوں کے ساتھ کہ وہ ہمارے گناہ بخش دے گا اور ہماری خطائیں معاف فرمائے گا اور جو کچھ تو ناجائز باتوں پر ہمیں مجبور کرتا رہا ہے یعنی تیرا معاشرہ جو گندہ معاشرہ تھا جس سے ہم نکل کر آئے ہیں اس لئے ہم سے جو گناہ کروائیں ہیں اس معاشرے نے ان کو سحر کے طور پر بیان فرمایا۔ سحر کا ایک معنی جھوٹ۔ تو جھوٹی تحریک کے لئے قرآن کریم نے یہاں لفظ سحر استعمال فرمایا ہے اور ان لوگوں کے ذکر میں فرمایا ہے جو تھے بھی جادوگر۔ اس لئے قرآنی فصاحت وبلاغت کا کمال ہے۔ ان جادوگروں کے ذکر میں لفظ سحر ایک وسیع معنوں میں استعمال فرمایا۔ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى تو تو باقی نہیں رہے گا۔ تیرے صرف وہی نشان باقی رہیں گے جو عبرت کے نشان بنا دیئے جائیں گے۔ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى اللہ بہتر ہے اور اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پس تم ایک عارضی فنا ہونے والی قدر کو کیسے ایک بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی قدر کے مقابل پر ترجیح دیں۔ اس کے ساتھ ہی

قرآن کریم نے بعض کمزوروں کی باتیں بھی محفوظ رکھیں جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شکوے کیا کرتے تھے۔ ان میں ایک یہ تھا قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا (الاعراف:۱۳۰) کہ تیرے آنے سے پہلے بھی ہم تکلیف دیئے گئے تھے۔ اب تو آ گیا ہے تو کونسا ہماری تکلیفوں میں کمی آ گئی ہے مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا تو آیا ہے تو ابھی بھی وہی تکلیف جاری ہے۔ دیکھیں کتنا نمایاں فرق ہے۔ ایک ردعمل یہ ہے جو شکووں اور شکایتوں کا ردعمل کہ تجھے مان کر تیرے آنے سے ہمارے کون سے حالات اچھے ہو گئے ہیں کیا بدلہ ہے؟ پہلے بھی مصیبتوں میں مبتلا تھے اب بھی مصیبتوں میں مبتلا ہیں اور ایک یہ ردعمل ہے جس کو میں نے بیان کیا کیسا روشن اور کیسا عظیم الشان، کیسا ہمیشہ کی زندگی پانے والا ردعمل ہے کہ جو کچھ تو نے کرنا ہے کر گزر ہم خدا اور آسمانی نور کو تیری خاطر چھوڑ نہیں سکتے۔ تجھے بقا نہیں ہے تو فنا ہونے والی قدر ہے اور خدا اور اس کے نور باقی رہنے والی قدریں ہیں اور پھر بہتر ہیں ہر لحاظ سے اس لئے ایسے گندے سودے کی طرف ہمیں نہ بلاؤ۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی قرآن کریم نے ایسی ہی حالت بیان کر کے دو ردعمل محفوظ فرمائے ہیں یعنی کلام الٰہی ہمیں ان ردعمل کی تفاصیل سے آگاہ فرماتا ہے کہ دو مختلف قسم کے ردعمل ہیں۔ ایک تو وہ ہے جس میں احزاب کے موقع پر جب غیر معمولی طور پر مشکلات کا سامنا تھا اور خطرات ہر طرف سے اور بڑے مہیب خطرات تھے۔ مسلمانوں کو گھیرے میں لئے ہوئے تھے اور دن بدن قریب آتے چلے جاتے تھے اور ایسے حالات سے یوں لگتا تھا کہ اسلام کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ اسلام کا تمام خلاصہ مدینہ میں محصور ہو چکا تھا اور تمام عرب کے جاہل اور جنگجو قبائل مدینے کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھے اور یہ ارادہ کر کے آئے تھے کہ ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے غلاموں کو صفحۂ ہستی سے کلیۃً مٹا نہ دیں۔ یہ فیصلے کر کے آئے تھے کہ آج اس قضیے کو چکا دینا ہے۔ آج ہمیشہ کے لئے اس جھگڑے کو ختم کر دینا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ فرماتا ہے بعض کمزور ایسے بھی تھے جن کی حالت یہ تھی فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ (الاحزاب:۲۰) کہ جب وہ خوف کے دن آئے تو تو دیکھتا ہے کہ بعض ان میں سے تیری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں کہ ان کی آنکھیں خوف و ہراس سے گھوم رہی ہیں۔ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ اس طرح

وہ گھوم گئی ہیں جس طرح ایسا شخص جس پر موت کی غشی طاری ہو تو اس کی آنکھیں پھر جاتی ہیں اور سفیدی دکھائی دینے لگتی ہے اور اس کی سیاہی کا مرکزی حصہ نظر نہیں آتا۔ یہ حالت ہوگئی تھی ڈر کے مارے ان لوگوں کی۔ اس کے مقابل پر فرمایا کچھ ایسے بھی لوگ تھے جنہوں نے کہا وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (الاحزاب:۲۳) کہ خدا کے ایسے بھی عظیم الشان مومن بندے تھے کہ جب انہوں نے احزاب کو گروہ در گروہ حملہ آوروں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو کہا یہی تو تھا جس کا خدا نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ تم ایسے ایسے خوفناک ابتلاؤں میں ڈالے جاؤ گے اور آزمائشوں میں سے گزارے جاؤ گے۔ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ خدا کی قسم اللہ اور اس کے رسول نے سچ ہی فرمایا تھا۔ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ایمان اور تسلیم کے سوا سپردگی کے سوا ان کو وہ حملہ کسی اور چیز میں بڑھا نہ سکا۔ یعنی خوف کی بجائے وہ پہلے سے بھی زیادہ بہادر ہو گئے اس عہد میں پہلے سے بھی زیادہ پختہ ہو گئے کہ وہ خدا کے حضور اپنا سب کچھ حاضر کر دیں گے اور ان کے ایمان کو بھی عظیم الشان تقویت ملی کہ کچھ ایسے بھی خدا کے پاک بندے اور عظیم انسان ہوا کرتے ہیں اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ (آل عمران:۱۷۳) کہ دکھ اٹھانے کے باوجود، زخم کھانے کے باوجود پھر وہ آگے بڑھتے ہیں اور خدا اور رسول کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ یعنی موت کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہیں۔ دشمن سے گزند اٹھا چکے ہوتے ہیں کوئی بات ان کو بھولی ہوئی نہیں ہوتی، تجربوں میں سے گزر کر آتے ہیں اور پھر کہتے ہیں ہاں اب بھی ہم لبیک کہیں گے اور اب بھی ہم لبیک کہیں گے۔ فرمایا یہ لوگ جو نیک اعمال کرتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم اجر ہے جو ان کے لئے لکھا گیا ہے۔ فرمایا اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا (آل عمران:۱۷۴) ان کو لوگوں نے آ آ کے کہا کہ دیکھو لوگ تمہیں مٹانے کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ قوم در قوم لوگ ہجوم در ہجوم لوگ تمہیں مٹانے کے لئے اُمڈ آئے ہیں۔ فَاخْشَوْهُمْ ان کا خوف کرو فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ان کا خوف کرنے کی بجائے وہ ایمان میں اور بھی ترقی کر گئے۔ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آل عمران:۱۷۴)

انہوں نے کہا اللہ ہی ہمارا حسیب ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے اور ہماری بہترین وکالت وہی کرے گا۔ ان کو آنحضور ﷺ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام پا کر یہ سمجھایا قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (التوبۃ:۵۱) کہ دیکھو ہمارے نصیب میں جو بھی دکھ ہیں اور جو تکلیفیں ہیں وہ بظاہر تم عائد کر رہے ہو مگر ہم جانتے ہیں کہ خدا کی حکمت بالغہ نے انہیں ہماری اصلاح کے لئے اور ہماری بہتری کے لئے مقدر فرمایا ہے۔ اس لئے چونکہ ہم جانتے ہیں کہ خدا کے حکم کے بغیر ہماری تقدیر ڈھالی نہیں جاسکتی۔ ہماری تقدیر تمہارے قلم نہیں لکھیں گے، تمہارے ظلم ہماری تقدیر نہیں بنانے والے۔ ہماری تقدیر تو آسمان پر بنتی ہے اور خدا نے بنانی ہے۔ اس لئے بالآخر خدا کی اجازت کے بغیر ہمیں دکھ پہنچ نہیں سکتے۔ پس اگر اس کی رضا یہی ہے کہ ہمیں دکھ پہنچیں اس کی راہ میں تو ہمیں بنانے کے لئے دکھ آئیں گے بگاڑنے کے لئے نہیں آسکتے۔ کیونکہ انسان کے بنائے ہوئے دکھ بعض دفعہ قوموں کو بگاڑ دیا کرتے ہیں جن کا ان قوموں کو جن کے پیچھے خدا نہ ہو لیکن وہ قومیں جن کی تقدیر خدا بناتا ہے ان کو کوئی دنیا کا دکھ بگاڑ نہیں سکتا۔ یہ وہ فلسفہ ہے جو اس میں بیان فرمایا گیا۔ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ (التوبۃ:۵۲) اور ان سے کہہ دے کہ کیا تم اس کے سوا ہم سے کیا توقع، کیا امید رکھ سکتے ہو کہ دو نیکیوں میں سے ایک نیکی تو تم ہمیں ضرور دے جاؤ گے۔ دو حسین چیزوں میں سے ایک چیز تم ہمارے لئے لے کے آئے ہو اور ان دو کے سوا تم اور چیز ہمیں دے ہی نہیں سکتے۔ شکست ہم تم سے کھا نہیں سکتے اس لئے یا تو غازی بن کے نکلیں گے اور وہ بھی حسن ہے اور یا پھر خدا کی راہ میں شہید ہوں گے اور ہم اپنے مقصد کو پا جائیں گے اور شہادت کے وقت ہر شہید ہونے والا **فزت برب الکعبہ** کا نعرہ بلند کرے گا کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

پس یہ دو نیکیاں جن کے لئے مقدر ہوں یہی ہے تقدیر الٰہی۔ یہ دکھ کی شکل میں آئیں یا آرام کی شکل میں آئیں دونوں طرح یہ حسن ہی حسن ہیں ان کے سوا تم ہمیں کچھ نہیں دے سکتے لیکن ہم جو تمہارے متعلق خطرہ رکھتے ہیں وہ اور ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے عذاب کا خطرہ ہے۔

پس وہ لوگ وہ بیچارے بیوقوف اور جاہل جو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے نام پر جو قومیں کھڑی ہوتی ہیں اور خالصۃً للہ دنیا کے مصائب برداشت کرنے کے لئے ایک غیر معمولی عزم اور حوصلہ پاتی

ہیں اور وہ پاتی ہیں اس لئے کہ وہ خود ان کے اپنے کسی کمال کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ان کو یہ توفیق عطا ہوتی ہے ورنہ جن حالات کا ان کو سامنا کرنا پڑتا ہے دنیا کی قوموں کو حوصلہ مل نہیں سکتا ان حالات میں۔ کوئی روشنی بظاہر دور دور تک دکھائی نہیں دیتی۔ نسلاً بعد نسلٍ اپنے آپ کو، اپنے ماضی کو کمزوریوں میں سے گزرتا ہوا دیکھتی ہیں اور پھر آئندہ بھی دور تک ظلم کے سائے محیط دیکھتی ہیں۔ ایسے حالات میں حوصلہ رکھنا سوائے خدا کے فضل کے کسی کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ تو دراصل یہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کے حوصلے کو پست کردیں گے جن کو خدا نے حوصلہ دیا ہے۔ پہلے ان کی کیا حالت ہے اور جو یہ سمجھتے ہیں اور اگر یہ ان کی نیت ہے کہ وہ ہمیں تکلیف دے کر یہ دنیا کو بتائیں کہ دیکھوان کا مباہلہ الٹا پڑ گیا اور مباہلے کے بعد دیکھوان کو تکلیفیں پہنچائی ہیں ہم نے۔ انسان کی دی ہوئی تکلیفوں کو لعنت قرار دینے والے بہت ہی دنیا میں پرلے درجے کے احمق لوگ ہیں کیونکہ انبیاء کے مقدس گروہ کو ہمیشہ انسانوں نے تکلیفیں پہنچائی ہیں اور آخری وقت تک ان کو تکلیفیں پہنچتی رہی ہیں اور عذاب وہ ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ عذاب مٹا دیا کرتا ہے قوموں کو۔ ان کو ذلیل ورسوا کر دیا کرتا ہے، ان کے حوصلے پست کر دیا کرتا ہے، ان کے دل شکست کھا جاتے ہیں مگر وہ قومیں جو خدا کے لئے، خدا کی طرف سے ابتلاؤں میں ڈالی جاتی ہیں ان پر ان علامتوں میں سے ایک بھی صادق نہیں آتی۔ نہ ان کے سرنگوں ہوتے ہیں، نہ ان کے حوصلے پست ہوتے ہیں، نہ ان کے دلوں پر مایوسی کے سائے پڑتے ہیں۔ وہ انتہائی ظلمات کے وقت بھی اپنے دل سے ایک ابلتا ہوا نور دیکھتے ہیں اور اس نور سے وہ آگے بڑھتے ہیں اس کی روشنی میں وہ آگے چلتے ہیں۔

یہ وہ تقدیر ہے جو جماعت احمدیہ کی تقدیر ہے پہلوں نے بھی آزمایا تھا تم بھی آزمالو، تمہاری اگلی نسلیں بھی آزماتی چلی جائیں مگر جماعت احمدیہ کی ترقی کو تم نہیں روک سکتے۔ جماعت احمدیہ کا قدم ہمیشہ آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ قربانی کے ہر میدان میں ہم لبیک کہیں گے۔

میں نے ابھی فیصلہ نہیں کیا کہ جماعت کو اس موقع پر کیا ہدایت دوں؟ کیا وہ یہ ہدایت دوں کہ تم قانونی حق کو اختیار کرتے ہوئے پھر جو کچھ بھی ہے تم اپنا دفاع کرو اور خدا پر توکل رکھو اور ہر قسم کی ابتلاء کے لئے تیار ہو جاؤ یا یہ ہدایت دوں کہ تم ابھی صبر سے کام لو اور مزید صبر سے کام لو اور مزید صبر سے کام لو اور خدا کی رحمت کے امیدوار رہو جیسا کہ تم ہو اور دشمن جو کچھ کرسکتا ہے اس کو کر گزرنے دو۔

یہ فیصلہ تو جب بھی ہوگا میں جماعت کو مطلع کردوں گا لیکن وہ آیات جو فرعون کے متعلق میں نے پڑھی ہیں ان کو پڑھنے کے بعد اور بعض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی روشنی میں سردست میرا رجحان یہی ہے کہ میں جماعت کو مزید صبر کی تلقین کروں کیونکہ قرآن کریم میں بارہا فرعون کا ذکر تو ملتا ہے اور اس کے مظالم کا ذکر ملتا ہے لیکن کہیں بھی اس کے مقابل پر حضرت موسیٰؑ کو اور آپ کی قوم کو دفاعی حق استعمال کرنے کی تلقین نہیں ملتی اس میں کوئی حکمت ہے۔ ہاں جب اس کے ظلم کے پنجوں سے حضرت موسیٰؑ اور آپ کے غلام آزاد ہو گئے تو پھر خدا نے ان کو بعض دفاعی حق دیئے بلکہ بعض دفعہ یہ حق ان پر فرض کئے گئے۔ اس لئے اگر یہ وہی دور ہے جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں ذکر ملتا ہے تو پھر میرا رجحان اسی طرف ہے لیکن ابھی غور ہوگا، دعائیں ہوں گی، مشورے ہوں گے اور جو بھی آخری فیصلہ ہوگا مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کا حامل ہوگا اور جماعت اس پر قائم رہے گی۔ میں یہ فیصلہ اس لئے نہیں کر رہا کہ مجھے جماعت کی طرف سے بزدلی کا خوف ہے ہرگز نہیں۔ **میں احمدیوں کو خوب جانتا ہوں وہ میرے دل میں بس رہے ہیں ان کے دل کی سرسراہٹ میرے دل میں محسوس ہو رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ وہ وفادار ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کی یاد تازہ کرنے والے ہیں۔** آنحضرت ﷺ پر ایک ایسا وقت بھی آیا تھا جیسا بعد میں یعنی فرعون کے ظلموں سے آزاد ہونے کے بعد حضرت موسیٰؑ پر بھی آیا یعنی تلوار سے اپنے دفاع کی اور مقابلے کی اجازت دی گئی تھی۔ حضرت موسیٰؑ پر جب وہ وقت آیا تو بدقسمتی سے ان کی قوم نے آپ کو مخاطب کر کے یہ کہا یٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ: ۲۵) کہ تیرے خدا نے بے شک تجھے یہ پیغام دیا ہے کہ قوت کے ساتھ اس شہر میں داخل ہو جاؤ جو خدا تمہیں عطا کرنے والا ہے لیکن چونکہ وہ واقعۃً کمزور تھے اور خدا کی تائید کی عظمت سے ناواقف تھے، ناشناسا تھے اس لئے انہوں نے ظاہر میں دیکھا کہ طاقتور قوم کے مضبوط قلعہ میں ایک کمزور اور بیابانوں میں صحرا نورد جماعت کو داخل ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ان کے قدم اس سے رک گئے اور انہوں نے جواباً یہ کہا کہ اے موسیٰ جا تو اور تیرا خدا لڑو ہم بیٹھ کے انتظار کرتے ہیں جب تم فتح پا جاؤ گے تو پھر ہمیں آواز دے دینا پھر ہم تمہارے پیچھے پیچھے شہر میں داخل ہو جائیں گے۔

ایک اسی قسم کا وقت جنگ بدر کے موقع پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے غلاموں پر بھی آیا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے بار بار جب صحابہ سے مشورہ مانگا اور آپ کی مراد یہ تھی کہ انصار مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں۔ تو مقداد بن اسودؓ نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں یہ بات عرض کی اور یہ بات ایسی ہے جو ہمیشہ کی زندگی پا گئی ہے، انمٹ ہے۔ دنیا میں اور باتیں خدا اور رسولوں کی باتوں کے علاوہ مٹ جائیں مگر یہ بات کبھی نہیں مٹ سکتی۔ ایسی اس میں عظمت، ایسی محبت، ایسی والہیت، ایسا عشق، ایسی وفا ہے کہ اسلام سے وابستہ کوئی انسان کبھی اس کو بھول نہیں سکتا نہ بھلانے دے گا۔ انہوں نے عرض کیا **لا نقول کما قال قوم موسیٰ اذھب انت و ربک فقاتلا** کہ اے ہمارے آقا ہم ہرگز یہ نہیں کہیں گے جو موسیٰ کی قوم نے موسیٰ سے کہا تھا۔ **اذھب انت و ربک فقاتلا** جا تو اور تیرا خدا لڑتے رہو، لڑتے پھرو۔ ہم کون ہیں، ہمارے جذبات کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا **ولکنا نقاتل عن یمینک و عن شمالک و بین یدیک و خلفک** (بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر: ۳۹۵۲) اے ہمارے آقا ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے، آپ کے بائیں بھی لڑیں گے، آپ کے آگے بھی لڑیں گے، آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن نہیں پہنچ سکتا آپ تک جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔

یہ وہ جواب تھا جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو آپ کے انصار نے دیا تھا اور **میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے سخت وقتوں کی طرف جماعت کو بلایا تو یہی وہ جواب ہے جو ساری جماعت مجھے** دے گی کیونکہ میری اپنی ذات میں کوئی بھی حیثیت نہیں میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا پیغام، آپ کے قرآن کا پیغام، آپ کی سنت کا پیغام پہنچانے کے سوا اور کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور میں جانتا ہوں کہ جماعت احمدیہ آنحضرت ﷺ اور اللہ کے عشق میں ایسی مگن ہے اور ایسی وفادار ہے کہ جواب بعد میں آنے کی تو دور کی بات ہے یا دیر کی بات ہے۔ میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں جب میں نے یہ بات سوچی تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے شہد کی مکھیوں کا چھتا شہد کی ملکہ کو گھیر کر چاروں طرف سے سفر کر رہا ہوتا ہے اس وجہ سے ایک عجیب بھنبھناہٹ کی آواز آ رہی ہوتی ہے جو دل پر غیر معمولی اثر کرنے والی ہے۔ اس میں ایک قوت ہے، ایک شوکت ہے، ایک رعب ہے اور جس نے بھی وہ آواز سنی ہے اس سے مرغوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں نے جب یہ بات سوچی تو میرے گوشۂ تصور میں، **میرے روحانی**

کانوں نے تمام دنیا سے جماعت احمدیہ کی یہ جھنجھناہٹ سنی جو مجھے پیغام دے رہی تھی کہ لبیک لبیک یا سیدی لبیک۔ اے محمد مصطفیٰ ؐ کے غلام آپ کی غلامی میں جو تو ہمیں پیغام دے گا ہم تجھے یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس نام کی عظمت کی خاطر آگے بھی لڑیں اور پیچھے بھی لڑیں گے، دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور کوئی دنیا کی طاقت ہمیں ناکام اور نامراد نہیں کر سکتی۔ آج بھی میرے آگے لڑنے اور میرے پیچھے لڑنے اور میرے دائیں لڑنے اور میرے بائیں لڑنے کا وقت نہیں ہے۔ کلمہ توحید کے آگے لڑنے اور پیچھے لڑنے اور دائیں لڑنے اور بائیں لڑنے کا وقت ہے۔ اس لئے میں نے آپ کو بار بار یہ سمجھایا کہ وہی آواز ہے جو پہلی آواز ہے۔ آج ہم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم کلمہ توحید سے اپنا تعلق توڑ لو۔ آج ہم سے مطالبہ یہ ہے کہ ہم سب آسانیاں تمہارے لئے پیدا کر دیں گے اگر تم یہ کہہ دو کہ خدا ایک نہیں ہے اور محمد رسول اللہ ؐ اس کے سچے رسول نہیں ہیں۔

پس یہ وہ پیغام ہے یہ محمد مصطفیٰ ؐ کی عزت ہے، یہ توحید کا مقام اور مرتبہ ہے ہم جس کے آگے بھی آج لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو اس لحاظ سے ہمیں شکست دے سکے۔ کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو ہمیں اور قدروں کو اس قدر پر ترجیح دینے پر آمادہ اور مجبور کر سکے۔ پس ہمارا جواب تو وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کا جواب تھا اور پھر وہی جواب ہے جو ان نیک اور متقیوں کا جواب تھا جن کو جب فرعون نے ڈرایا تو انہوں نے یہ جواب دیا فَاقۡضِ مَاۤ اَنۡتَ قَاضٍ ؕ جو کچھ کر سکتے ہو کر لو تم ہمیں ناکام نہیں کر سکتے۔ کوئی دنیا کی طاقت ہمیں ناکام اور نامراد نہیں کر سکتی۔

اس کا دوسرا پہلو اب چونکہ وقت گزر چکا ہے، زیادہ ہو گیا ہے اس مختصر میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ وہ آیات جو میں نے تلاوت کی تھیں میرے نزدیک ان کا جماعت کے اس دور سے گہرا تعلق ہے جس میں سے ہم گزر رہے ہیں۔ ان آیات میں یہ نقشہ کھینچا گیا ہے کہ بعض خدا کے پاک بندوں نے جب ربنا اللہ کا دعویٰ بلند کیا تو بعض ظالموں نے ان کو گڑھوں میں اتارا یا ان کے اموال اور سامانوں کو اکٹھا کیا اور آگیں لگائیں اور تماشے دیکھے اور وہ شہید تھے اس بات کے گواہ تھے اور دیکھ رہے تھے اور مزے اُڑا رہے تھے۔ یہ جو واقعہ ننکانہ صاحب میں گزرا ہے یہ بالکل اسی واقعہ کی یاد دلاتا ہے جو سرگودھا میں پیپلز پارٹی کی حکومت کے دور میں گزرا تھا بالکل وہی نقشہ تھا اسی طرح پولیس

اور حکومت کے افسران اپنے سامنے احمدی گھروں کو جلوا رہے تھے اور پھر تماشے دیکھ رہے تھے تو قرآن کریم نے جو نقشے پرانی قوموں کے کھینچے ہیں اور پرانے متقیوں کے کھینچے ہیں ہم بھی وہ خوش نصیب ہیں جن پر وہ نقشے اطلاق پا رہے ہیں اور ننکانہ صاحب کی جماعت وہ خوش نصیب جماعت ہے جو اس صدی کی پہلی جماعت ہے۔ چک نمبر 563 اور 565 کو بھی شامل کر لیں جو آئندہ صدی کے لئے جماعت کے عزم کا نشان بن گئے ہیں۔ کوئی دنیا کی آگ ان کو مغلوب نہیں کر سکتی یہ فیصلہ ہوا ہے اور یہ فیصلہ آئندہ صدیوں تک بھی محیط رہے گا لیکن ایک اور فیصلہ بھی ہے جس کا قرآن کریم نے اس سورۃ میں ذکر کیا ہے جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ خدا بھی گواہ ہے تم نہیں صرف۔ اللہ بھی شہید ہے ان باتوں کا جو تم کر رہے ہو۔ وہ غالب بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی ہے۔ وہ تمہیں موقع دے گا لیکن اگر تم نے ظلم کی تکرار کی تو یاد رکھو کہ خدا بھی تکرار کرنا جانتا ہے۔ فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ تم تکرار کرو گے تو خدا بھی تکرار کرے گا اور پھر دوہری آگ میں تمہیں جلائے گا اور دوہرے عذاب میں تمہیں مبتلا کرے گا۔ پس ہم تو کمزور اور نہتے اور بے بس اور فقیر لوگ ہیں۔ ایک وقت کے مسیح کی آواز پر ہم نے لبیک کہا اس لئے مسیحی علامتیں ہم میں پائی جاتی ہیں چاہے تم تکبر سے حقارت کی نظر سے ہمیں دیکھو اور سمجھو کہ ہم ذلیل و رسوا ہو چکے لیکن پھر بھی مقابل پر کچھ بھی نہیں کر رہے۔ یہی طعنے مسیح کی قوم کو بھی پہلے دیئے گئے تھے لیکن خدا کی تقدیر نے کچھ اور نظارے دکھائے۔ وہ کمزور اور مغلوب اور نہتے اور آگوں میں جلائے جانے والے اور ظالموں کے سامنے پھینکے جانے والے لوگ تمام دنیا پہ غالب کر دیئے گئے اور پھر وہ قومیں جنہوں نے ان سے سلوک کیا ان کو بار بار سزائیں دی گئیں۔ پس یہ وہ تقدیر ہے جس کا ذکر ان آیات میں ملتا ہے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس تقدیر الٰہی کو تم تبدیل نہیں کر سکو گے۔ دوبارہ آزمائش میں ڈالے گئے، دوبارہ تمہیں موقعے ملے پھر تم نے وہی حرکتیں کیں جو پہلے کر چکے ہو اور خدا پھر تم سے وہی سلوک کرے گا جو ہمیشہ خدا کی تقدیر کو چیلنج کرنے والوں کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے اور غلطیوں کا اعادہ کرنے والوں سے سلوک کیا جاتا ہے۔ ہماری تو اب بھی یہی دعا ہے کہ اللہ تمہیں عقل دے اور سمجھ دے اور ہمارے پیارے وطن کے دن پھر جائیں اور بجائے اس کے کہ وہ خدا کی ناراضگی کے موجب ہونے والے ہوں اللہ کی رحمتوں کی بارش ہمارے اہل وطن پر نازل ہو اور برسیں۔ آمین